سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن: حیات اور کارنامے

سفیر اختر *

خورشید عالم (مؤلف) احسان بک ڈپو۔لکھنؤ/ ۲۰۰۹ء/۳۴۲صفحات/ مجلّد مع گرد پوش، ۳۰۰ ہندوستانی روپے

مولانا سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن (۱۹۱۱-۱۹۸۷ء) متعدد حوالوں سے معروف ہیں، وہ ایک خاص طرز کے وقائع نگار اور مؤرخ تھے، حلقۂ شبلی کے سرکردہ قلم کار تھے، دارالمصنّفین-اعظم گڑھ کے سربراہ اور منتظم تھے۔ دارالمصنّفین جب قائم ہوا تو علمی رہنمائی کی ذمہ داری سیّد سلمان ندویؒ کے حصے میں آئی اور انتظام وانصرام کا ملاً سیّد مسعود علی ندوی کے ہاتھ میں تھا۔ سیّد صاحب کے بھوپال چلے جانے، اور پھر پاکستان قدم رنجہ فرمانے کے بعد ان کی خالی مسند کو شاہ معین الدین احمد ندویؒ نے پُر کیا، اور انتظامی معاملات حسبِ معمول سیّد مسعود علی ندوی چلاتے رہے، اور جب سیّد مسعود علی ندوی کا وقتِ موعود آیا تو انتظام وانصرام کی ذمہ داریاں ایک ایسے ہاتھ میں آئیں جو قلم کاری کے حوالے سے معروف تھا۔ شاہ معین الدین احمد ندوی کی علمی رہنمائی اور سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی انتظامی تقسیم کار کا سلسلہ چلتا رہا اور پھر شاہ صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دارالمصنفین کو جو پہلا ''منتظم علمی رہنما'' ملا، وہ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی ذاتِ گرامی تھی۔ سیّد صاحب اور شاہ صاحب کی سرپرستی میں ''معارف'' کے صفحات ان کی تحریروں سے منور ہوتے رہے تھے، اب انہوں نے ''معارف'' کی ادارتی ذمہ داریاں سنبھالیں، ''معارف'' کے شذرات لکھے اور جنوری ۱۹۷۵ء سے نومبر ۱۹۸۷ء تک تقریباً ۱۲ برس اس بزم کے سربراہ رہے۔

مولانا سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی حلقۂ دارالمصنّفین میں ایک اور انفرادیت یہ ہے کہ وہ باہر سے آکر ''ندوی برادری'' کا حصہ بنے۔ انہوں نے پٹنہ کالج سے بی-اے اور مسلم یونیورسٹی-علی گڑھ سے بی-ایڈ کیا تھا۔ بعد میں پٹنہ یونیورسٹی سے اردو اور فارسی میں ایم-اے کی سندات لی تھیں، لیکن سیّد سلیمان ندوی ان کے زمانہ طالب علمی ہی میں ان کی صلاحیتوں سے واقف ہو گئے تھے، مزید برآں سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن بھی ان کی طرح

---

* مدیر شش ماہی نقطۂ نظر، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، پاکستان۔

دسنہ (پہلے ضلع پٹنہ، اوراب ضلع نالندہ) سے تعلق رکھتے تھے، اورایک روایت کے مطابق سیّد صاحب سے ان کی دور پار کی رشتہ داری بھی تھی۔ جنوری ۱۹۳۵ء میں وہ دارالمصنّفین سے منسلک ہوئے اور یہ تعلق اتنا مضبوط رہا کہ صرف موت کے بے رحم ہاتھ ہی اِسے ختم کرسکے۔ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی ذاتی زندگی ویسی ہی درویشانہ رہی جیسی دوسرے رفقائے دارالمصنفین کی تھی، یہ ان کا اوران کے ساتھیوں اور جانشینوں کا ایثار ہے کہ دارالمصنفین بحیثیت مجموعی کامیابی سے تقریباً ایک صدی گزار چکا ہے۔

سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کے سرمایۂ قلم میں چھوٹی بڑی دو درجن کتابیں اور متعدد مقالات ہیں جو رسائل و جرائد میں بکھرے ہوئے ہیں۔ کتابوں میں سے بعض خاصی ضخیم ہیں، اور ایک دوتو تین تین جلدوں میں منقسم ہیں۔ اُن کی تصنیف و تالیف میں غالب حصہ برصغیر کی پاک و ہند کی تاریخ اور تاریخی شخصیات کی سوانح کا ہے، تاہم اس کے ساتھ اردو اور فارسی ادب کا مطالعہ بھی شامل ہے۔ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی بعض تالیفات، اشاعت کے ساتھ ہی اہلِ نظر کی توجہ کا مرکز بن گئی تھیں، اوران پر بحث اور مباحثے کا آغاز ہوگیا تھا، اور وہ اپنے نقطۂ نظر کی وثاقت کے لیے مسلسل لکھتے رہے تھے۔ مثال کے طور پر جب ''بزم صوفیہ'' کے مختلف اجزاء، اولاً ''معارف'' میں چھپے تو ان کے مآخذ کے طور پر چشتی صوفیہ کے ملفوظات کا استناد زیر بحث آیا، اور دو متضاد نقطہ ہائے نظر پیدا ہو گئے جو وقت کے ساتھ پختہ ہوتے چلے گئے، مگر سیّد صباح الدین صاحب نے جو رویہ آغاز میں اختیار کیا تھا، اس کی صحت پر وہ اصرار کرتے رہے، اور انہوں نے اپنی رائے میں کوئی لچک پیدا نہ کی۔ اسی طرح برصغیر کی بعض شخصیات اور ادوار کے حوالے سے انہوں نے اپنے معاصرین کی تخلیقات کا جائزہ لیا ہے۔

سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی علمی و تصنیفی خدمات کے جائزے اور تجزیے کی ایک مزید لہر اس وقت اٹھی، جب وہ اچانک ٹریفک کے حادثے میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے بارے میں تاثراتی تحریروں میں اہل قلم نے ان کی تصنیفات پر تبصرے کیے، اور ایک دو رسائل نے ان کی خدمات کی تجلیل کے لیے اپنی خصوصی اشاعتیں پیش کیں، اور پھر پاکستان اور ہندوستان کی مختلف جامعات کے شعبہ ہائے اردو و تاریخ و علوم اسلامیہ نے مختلف سطحوں کے امتحانی مقالات لکھوائے ہیں۔ جناب خورشید عالم کی زیر نظر کتاب بھی ایک تحقیقی مقالہ ہے جس پر مؤلف کو ڈاکٹر رام منوہر لوہیا یونیورسٹی-فیض آباد (ہندوستان) نے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹر آف فلاسفی کی سند سے نوازا تھا۔

''سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن: حیات اور کارنامے'' ان پانچ ابواب میں منقسم ہے: صباح الدین عبدالرحمٰن کی حیات اصباح الدین عبدالرحمٰن کی تاریخی تصنیفات و تالیفات و مقالات کا تنقیدی جائزہ اصباح الدین عبدالرحمٰن بحیثیت صحافی اصباح الدین عبدالرحمٰن کی ادبی تنقید وتحقیق کے میدان میں خدمات ابحیثیت مجموعی صباح الدین عبدالرحمٰن کا اردو ادب میں مقام،

کتاب کے پہلے دو باب خاصے مفصل ہیں، تیسرا اور چوتھا باب نسبتاً مختصر ہیں، اور آخری باب تو ساڑھے تین صفحات کا حاصلِ مطالعہ ہے۔ ایک قاری کے لیے کتاب کے اِن ابواب میں وہ ساری اہم معلومات یک جا کردی گئی ہیں جو بالعموم کسی شخصیت کے تعارف کے لیے تلاش کی جاتی ہیں، مگر یہ ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ ہے، اور اِسے میدانِ علم میں فکری طور پر بھی ایک اضافہ ہونا چاہیے تھا۔ دوسرے لفظوں میں جناب مؤلف کی کاوش بحیثیت مجموعی خوب ہے، مگر اِسے خوب تر ہونا چاہیے تھا۔ کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے پہلا احساس یہ پیدا ہوتا ہے کہ مؤلف/مقالہ نگار نے مختلف ماخذوں سے غیر ضروری حد تک اقتباسات نقل کیے ہیں۔ معلومات اپنی زبان میں بھی نقل کی جاسکتی تھیں اور موقع بہ موقع اِن کے مآخذ کی نشاندہی بھی ممکن تھی۔ کیا ضروری ہے کہ بھانت بھانت کے انداز میں لکھنے والوں کی تحریروں کے ٹکڑے جوڑ دیے جائیں۔ دوسرا احساس یہ ہے (اور مؤلف نے خود بھی لکھا ہے) کہ ۱۹۹۳ء میں لکھے گئے مقالے میں جو کچھ لکھ دیا گیا تھا، بعد میں تحقیق و تلاش کے حوالے سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا، حتیٰ کہ ۲۰۰۲ء میں ڈاکٹر الیاس الاعظمی کے شائع شدہ مقالے، ''دارالمصنفین کی تاریخی خدمات'' کا کوئی ذکر بھی نہ آسکا، حالانکہ دونوں مقالوں میں سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی مؤرخانہ جہت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی حوالے سے مقالے میں یہ بڑی کمی دکھائی دیتی ہے کہ مؤلف اپنے ممدوح کی جملہ تحریروں تک رسائی حاصل نہیں کر سکے، مثال کے طور پر وہ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی تالیف ''پیر حسّام الدین راشدی اور ان کے علمی کارنامے'' (کراچی: انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز، ۱۹۸۵ء) نہیں دیکھ سکے۔ وہ سیّد صاحب کے بعض اہم مقالات پر کوئی گفتگو نہیں کر سکے اور نہ انہوں نے سیّد صاحب کے مقالات کی کوئی فہرست ہی مہیا کی ہے، اسی طرح انہوں نے سیّد صاحب کے اردو سے انگریزی تراجم کی کوئی فہرست نہیں دی۔

برصغیر کی تاریخ نگاری اردو اور انگریزی کی متعدد کتابوں کا موضوع رہی ہے، اور اس سلسلے میں اردو کی نسبت انگریزی میں نہ صرف زیادہ لکھا گیا ہے، بلکہ ان لکھنے والوں کی تحریریں زیادہ وقیع ہیں، مگر جناب مؤلف کی کتابیات

میں کسی انگریزی کتاب یا مقالے کا کوئی اندراج نہیں۔ بیسویں صدی عیسوی میں برصغیر کی تاریخ نگاری اور بالخصوص مسلم مؤرخین کی تاریخ نگاری کا بھرپور جائزہ لینے کی ضرورت تھی۔ جناب مؤلف نے بطور پس منظر فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج کے منشیوں اور ماسٹروں کی اردو تاریخی تالیفات کا ذکر کیا ہے، مگر جو کچھ انگریزی میں لکھا گیا ہے اور تاریخ نگاری کے جو رجحانات سامنے آئے ہیں، ان پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جناب مؤلف نے سیّد صاحب کے دو معاصرین —— پروفیسر خلیق احمد نظامی اور شیخ محمد اکرام —— کا ذکر کیا ہے، اور وہ بھی سیّد صاحب کے تصور تاریخ کے تناظر میں نہیں ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد دونوں ملکوں کے مؤرخین نے اپنے اپنے تعصّبات کے حوالے سے جو تاریخ نگاری کی ہے، اس کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت تھی۔ یہ کارِ تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچنا چاہیے، اور اگر اس میدان میں پہلے سے موجود افراد آگے بڑھیں تو مناسب رہے گا۔ یوں تو یہ صلائے عام سب ہی یارانِ نکتہ داں کے لیے ہے، مگر ڈاکٹر خورشید عالم جیسے صاحبِ مطالعہ کو آگے آنا چاہیے۔

موجودہ صورت میں ''سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن: حیات اور کارنامے'' ان متعدد مقالات میں سے ایک مقالہ ہے جس میں معلومات جمع کر دی گئی ہیں، مگر وہ ''تخلیقِ علم'' موجود نہیں جس کی اہل نظر سے توقع کی جاتی ہے۔ کتابت کی اغلاط وغیرہ کی نشاندہی کے چکر میں پڑنا ممکن نہیں کہ پہلے ہی دو تین صفحات کالے ہو چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆